سید طاہر حسین*

مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری: ماہ نامہ قومی زبان کے تنقیدی سرمائے کی بنیاد پر ایک تجزیہ (۱۹۶۱ تا ۱۹۹۰)

Maulvi Abdul Haq's Biographical Sketches: An Analysis Based on Monthly *Qaumi Zaban's* Critical Contributions (1961 to 1990)

Abstract: *This research explores the tradition of biographical sketch writing (khaka nigari) in Urdu literature with a focused study on the articles published in Qaumi Zaban, a literary journal initiated by Maulvi Abdul Haq in 1948 under the Anjuman Taraqqi Urdu. After Abdul Haq's death in 1961, the journal has continuously published a special annual issue titled "Maulvi Abdul Haq Number", featuring scholarly essays on his life, personality, and literary contributions. This study examines and analyzes the sketches and critical writings on Abdul Haq's khaka nigari published in the journal from 1961 to 1990. Though scattered across various issues, these articles have not been collectively reviewed or systematically studied before. By compiling and analyzing this body of work, the research aims to highlight Abdul Haq's stylistic qualities, ethical focus, and his deep humanism reflected in his portrayals of both renowned figures and common individuals. This study also evaluates Qaumi Zaban's pivotal role in preserving and promoting Abdul Haq's literary legacy.*

Keywords: *Maulvi Abdul Haq, Urdu Literature, Khaka Nigari, Biographical Sketch, Qaumi Zaban, Anjuman Taraqqi Urdu, Literary Criticism, Urdu Journalism, Humanism in Urdu, Urdu Prose Style.*

تلخیص: پیشِ نظر تحقیقی مقالہ اردو ادب میں خاکہ نگاری کی روایت کا مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں خاص طور پر اُن مضامین کا تجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے جو مولوی عبدالحق کی سرپرستی میں 1948ء میں انجمنِ ترقیِ اردو کے تحت شائع ہونے والے ادبی مجلہ **"قومی زبان"** میں شامل ہوئے۔ مولوی عبدالحق کے انتقال (1961ء) کے بعد سے یہ مجلہ باقاعدگی سے ہر سال ایک خصوصی شمارہ بعنوان **"مولوی عبدالحق نمبر"** شائع کرتا آرہا ہے، جس میں ان کی شخصیت، علمی و ادبی خدمات اور زندگی کے مختلف پہلوؤں پر علمی و تحقیقی مضامین شامل کیے جاتے ہیں۔ یہ تحقیق 1961ء سے 1990ء تک کے دوران *قومی زبان* میں شائع ہونے والے ان مضامین اور خاکوں کا تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتی ہے جن میں مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اگرچہ یہ تحریریں مختلف شماروں میں منتشر ہیں، تاہم ان کا ایک جامع اور منظم مطالعہ اس سے پہلے نہیں کیا گیا تھا۔ ان تمام تحریروں کو یکجا اور تجزیہ کے ذریعے اس تحقیق کا مقصد مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کے اسلوبی خصائص، اخلاقی رجحانات اور انسانی قدروں کو اجاگر کرنا ہے، جو ان کے قلم میں مشہور شخصیات کے ساتھ ساتھ عام انسانوں کے خاکوں میں بھی نمایاں نظر آتی ہیں۔ مزید برآں، یہ مطالعہ *قومی زبان* کے اس اہم کردار کو بھی واضح کرتا ہے جو مولوی عبدالحق کے ادبی ورثے کو محفوظ رکھنے اور فروغ دینے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

کلیدی الفاظ: مولوی عبدالحق، اردو ادب، خاکہ نگاری، تذکرہ نویسی، قومی زبان، انجمنِ ترقیِ اردو، ادبی تنقید، اردو صحافت، اردو میں انسان دوستی، اردو نثر کا اسلوب

* **فلائٹ لیفٹننٹ، پی اے ایف کالج، مری۔**

شُعبہ اُردو، کُلیہ فُنون والسنہ، شاہ عبداللطیف یونی ورسٹی، خیرپور، سندھ

اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں مولوی عبدالحق کا کردار محض ایک ادیب، لغت نگار یا مترجم کی حیثیت تک محدود نہیں بلکہ وہ اردو تہذیب کے ایک مصلح اور دانش ور کے طور پر تاریخ میں یاد کیے جاتے ہیں۔ انجمن ترقی اردو ان کی انتھک جدوجہد کا ثمر ہے، جس کے تحت ۱۹۴۸ء میں کراچی سے ایک علمی و ادبی رسالہ "قومی زبان" کا اجرا عمل میں آیا۔ ابتدا میں یہ رسالہ ہفتہ وار، بعد ازاں پندرہ روزہ اور آخر کار ماہانہ بنیادوں پر شائع ہوتا رہا۔ اردو صحافت اور تنقیدی ادب کی تاریخ میں "قومی زبان" کو اس کا مستقل تسلسل ایک منفرد اور طویل العمری کی حیثیت عطا کرتا ہے۔

مولوی عبدالحق کی وفات ۱۹۶۱ء میں ہوئی، مگر "قومی زبان" کی اشاعت کا سلسلہ رکا نہیں بلکہ اس کے مدیران اور منتظمین نے بابائے اردو کی علمی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے لیے ایک نئی روایت کا آغاز کیا۔ ہر سال ان کی وفات کی مناسبت سے "مولوی عبدالحق نمبر" کے عنوان سے ایک خصوصی شمارہ شائع کیا جاتا ہے، جس میں ان کی شخصیت، افکار، علمی، لسانی، ادبی اور تحقیقی خدمات پر ممتاز ادبا، نقاد، محققین اور دانش ور اپنے وقیع مضامین پیش کرتے ہیں۔ ان خصوصی شماروں کے ذریعے نہ صرف ایک قیمتی تحقیقی و تنقیدی ذخیرہ وجود میں آیا بلکہ اردو ادب میں مولوی عبدالحق کے فکری تسلسل کو بھی برقرار رکھا گیا۔ یہ کہنا بجا ہو گا کہ بابائے اردو پر مسلسل اور منظّم طور پر سب سے زیادہ مواد "قومی زبان" ہی نے شائع کیا ہے، اور یہ امتیاز اس رسالے کو فکری طور پر مولوی عبدالحق کا سچا وارث بھی ثابت کرتا ہے۔

زیر نظر مقالے کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ ۱۹۶۱ء سے ۱۹۹۰ء تک کے ان تمام خصوصی اور عمومی شماروں کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے جن میں مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو موضوع بنایا گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولوی عبدالحق کے خاکے "چند ہم عصر" جیسے وقیع مجموعے میں یک جا ہو چکے ہیں، اور ان پر بعد از وفات جو تنقیدی، تاثراتی، تجزیاتی اور تحقیقی مضامین مختلف اہلِ قلم نے لکھے، وہ رسالہ "قومی زبان" کے صفحات پر بکھرے ہوئے ضرور ہیں لیکن ان کا ایک جامع جائزہ تاحال ممکن نہ ہو سکا۔ یہ مقالہ انہی بکھرے اور منتشر مضامین کو اکٹھا کر کے ایک ربط و تسلسل کے ساتھ پیش کرنے کی ایک کوشش ہے تاکہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو ایک فکری اور فنی تناظر میں سمجھا جا سکے۔

مولوی عبدالحق کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک نمایاں پہلو ان کی خاکہ نگاری ہے، جس نے اردو نثر کو فنی اظہار کی ایک لطیف اور پُر اثر جہت عطا کی۔ ان کی مشہور کتاب "چند ہم عصر" میں شامل ۲۴ خاکے ۱۹۰۱ء سے ۱۹۵۹ء کے درمیانی عرصے میں تحریر کیے گئے۔ خاکہ نگاری اردو نثر کا ایک نازک، باریک بین اور فکری طور پر سنجیدہ فن ہے، جس میں کسی شخصیت کی صفات، رویّے، طرزِ فکر اور اندرونی کیفیت کو نہایت محدود الفاظ میں وسیع معنویت کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ یہی خوبی اس صنف کو "نثر میں غزل" کا درجہ دیتی ہے۔(۱)

مولوی عبدالحق کے خاکوں کو سب سے پہلے شیخ چاند نے مرتب کیا، تاہم وہ ان کی اشاعت سے قبل دسمبر ۱۹۳۶ء میں انتقال کر گئے۔ بعد ازاں یہ خاکے ۱۹۴۰ء میں انجمن ترقی اردو ہند کے زیرِ اہتمام "چند ہم عصر" کے عنوان سے شائع ہوئے۔ یہ خاکے وقت کے ساتھ اس مجموعے کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے اور ہر نئے ایڈیشن میں خاکوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا۔ انہیں ایک ترتیب اور ربط کے ساتھ مجتمع کیا گیا، تاکہ وہ ایک مرتب اور مکمل فنّی مجموعہ بن کر سامنے آسکے، یہ خاکے اردو خاکہ نگاری کی روایت میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولوی عبدالحق کی وفات کے بعد ان کی شخصیت اور ادبی خدمات پر تنقیدی مطالعے کا آغاز ماہ نامہ 'قومی زبان' کراچی سے ہوا۔ اس سلسلے کا اولین مضمون آمنہ صدیقی کا تحریر کردہ ہے، جو اگست ۱۹۶۱ء کے شمارے میں "بابائے اردو کی شخصیت نگاری" کے عنوان سے شائع ہوا۔ یہ مضمون محض تاثراتی یا تعارفی نہیں بلکہ اردو میں خاکہ نگاری کے فن، اس کی فکری بنیادوں، اور مولوی عبدالحق کے اسلوب کا ہمہ جہت تجزیہ پیش کرتا ہے۔ مضمون کی ابتدا ہی سے آمنہ صدیقی فنِ خاکہ نگاری کو انسان شناسی اور سیرت نگاری سے جوڑتے ہوئے اس کی تہذیبی اہمیت واضح کرتی ہیں۔ وہ لکھتی ہیں:

> "انسان کے ذوق مطالعہ کی تسکین کا بہترین ذریعہ خود انسان ہے کسی ایک انسان کی سیرت کو بے نقاب دیکھ لینا، بہت سی کتابیں پڑھ لینے سے کہیں زیادہ مفید ہے، کیوں کہ کتابیں محض علم میں اضافہ کرتی ہیں، اور سیرتیں انسانی تجربات و مشاہدات میں، دنیا کی ادبیات میں فن سوانح نگاری جو اہمیت حاصل ہے وہ اسی رجحان کا نتیجہ ہے۔ سوانح نگاری کی بہت سی صورتیں ہیں، انہی میں سے ایک شخصی خاکہ ہے۔ یہ دراصل مضمون نگاری کی ایک قسم ہے جس میں کسی شخصیت کے ان نقوش کو اجاگر کیا جاتا ہے جن کے مزاج سے کردار کی تشکیل ہوتی ہے۔ شخصی خاکہ کسی فرد کی مکمل داستانِ حیات نہیں ہوتا، بلکہ فرد کی نمایاں خصوصیات کا عکاس ہوتا ہے۔ اس میں تفصیل سے زیادہ اجمال اور توضیح سے زیادہ ابہام ہوتا ہے اور ایسے اشارے کیے جاتے ہیں کہ پڑھنے والا موضوع کے ہر پہلو سے واقف ہو جاتا ہے۔"(۲)

یہ اقتباس خاکہ نگاری کے اس جوہری تصور کو واضح کرتا ہے کہ یہ صنف محض سوانحی حقائق کا بیان نہیں بلکہ شخصیت کی داخلی ساخت اور نفسیاتی خصوصیات کا ایک ادبی و فکری اظہار ہے۔ آمنہ صدیقی کے مطابق خاکہ نگار کا اصل کمال یہ ہے کہ وہ مختصر پیرائے میں جامع معنویت پیدا کرے اور قاری کو شخصیت کے گہرے نقوش سے آشنا کر دے۔ فن کے اس تقاضے کو واضح کرتے ہوئے وہ مزید کہتی ہیں:

"شخصیت کی تصویر کشی کرنا بڑا مشکل فن ہے، کوئی شخصی خاکہ اس وقت تک کامیاب کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا کہ جب تک اس میں موضوع کی تصوری اپنے اصلی رنگ روپ میں نظر نہ آئے۔ موضوع کی خوبیوں یا خامیوں کی پردہ داری کی کوشش، خود مصنف کی نااہلیت کی پردہ دار بن جاتی ہے اچھا خاکہ وہی ہوتا ہے جس میں موضوع کو اسی رنگ میں پیش کیا جائے جو اس کا خاصہ ہے، اسے صرف فرشتہ یا صرف شیطان بنا کر پیش نہ کیا جائے۔ اسے ان دونوں کا مجموعہ ہی رہنے دیا جائے، کیونکہ اسی مجموعے کا نام انسان ہے۔"(۳)

یہاں آمنہ صدیقی فن کارانہ ایمان داری پر زور دیتی ہیں—خاکہ نگاری نہ تو شخصیت کی یک طرفہ مدح سرائی ہو اور نہ ہی اس کا ہجو نامہ، بلکہ وہ ایک متوازن اور انسانی پہلوؤں سے بھرپور تصویر ہو۔ آمنہ صدیقی خاکہ نگاری کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیتے ہوئے اردو ادب میں اس صنف کے ارتقا کو مولوی عبدالحق کی علمی بصیرت سے جوڑتی ہیں:

"اردو زبان میں شخصی خاکہ نگاری کی روایت کچھ زیادہ قدیم نہیں ہے۔ بعض تذکرہ نگاروں کے ہاں کچھ اشارے ملتے ہیں لیکن وہ خاکہ نگاری کے ضمن میں نہیں آتے"۔ اس قسم کی سب سے پہلی مثال۔ آب حیات میں ملتی ہے ۔۔۔ آزاد نے ذوق کا جو تذکرہ لکھا ہے وہ اردو خاکہ نویسی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ آزاد کی تصانیف کے علاوہ بعض اور کتابوں میں بھی ضمنی طور پر شخصیت نگاری پائی جاتی ہے لیکن اس کی کوئی مستقل حیثیت نہیں۔ اس صنف کو اردو میں صحیح طور پر متعارف کرنے کا سہرا مولوی عبدالحق کے سر ہے انھوں نے بیسویں صدی کے آغاز ہی سے مختلف لوگوں کے حالات مضامین کی صورت میں لکھنے شروع کر دیے جہاں مضامین کی تعداد اچھی خاصی ہو گئی تو انھیں کتابی شکل میں 'چند ہم عصر' کے نام سے یک جا کر دیا گیا۔ یہ کتاب اردو کے سوانحی ادب میں اونچا مقام رکھتی ہے۔"(۴)

یہ تنقیدی رائے نہ صرف مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کے آغاز و ارتقا کی نشان دہی کرتی ہے بلکہ 'چند ہم عصر' کو ایک تاریخی و فنی مقام بھی عطا کرتی ہے۔ آمنہ صدیقی عبدالحق کے انتخابِ موضوعات کو بھی ان کی فکری سطح سے جوڑتی ہیں:

"مولوی صاحب کی شخصیت نگاری کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے صرف ایسے ہی لوگوں پر قلم اٹھایا ہے کہ جن کی زندگی کسی نہ کسی اعتبار سے قابل تقلید ہو سکتی ہے۔۔۔ ان کے موضوعات میں ہر طرح کے لوگ ملتے ہیں۔ سر سید اور حالی جیسے بڑے ادیب بھی ہیں، عماد الملک اور محسن الملک جیسے مدبّر بھی۔ حسرت موہانی اور

وحید الدین سلیم جیسے شاعر و سخن فہم بھی اور نام دیو مالی اور نور خاں جیسے عام انسان بھی مولوی صاحب نے اپنے موضوع کے انتخاب کا معیار انسانیت کو قرار دیا ہے، نہ کہ دنیاوی شہرت کو۔"(۵)

یہاں واضح طور پر مولوی عبد الحق کی انسان دوستی اور غیر طبقاتی نظریہ جھلکتا ہے۔ ان کے خاکے نہ صرف مقتدر شخصیات پر مشتمل ہیں بلکہ نام دیو مالی اور نور خان جیسے عام انسانوں کو بھی شامل کرتے ہیں۔ یہی روش انھیں اردو خاکہ نگاری میں ممتاز بناتی ہے۔ آمنہ صدیقی عبد الحق کی بے باکی اور حقیقت پسندی کو ان کی خاکہ نگاری کا امتیاز قرار دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

"مولوی صاحب موضوع کی صرف اچھائیوں ہی سے سروکار نہیں رکھتے بلکہ برائیاں بھی بیان کرتے ہیں، کیونکہ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ "دنیا میں نہ کہیں خالص نیکی پائی جاتی ہے، اور نہ خالص بدی اسی طرح نہ انسان بے عیب ہوا ہے نہ ہو گا"۔ (چند ہم عصر، ص۹) سید محمود سے جو انہیں تعلق خاطر تھا، اس کا تقاضا تھا کہ مولوی صاحب ان کی شراب نوشی کی عادت پر پردہ ڈالتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ سر سید کے حالات میں اس طرف واضح اشارے ہیں اور خود سید محمود کے بارے میں جو مضمون ہے اس میں ان کو ایک نشان دار انسانی کھنڈر سے تشبیہ دی ہے۔ واضح رہے یہ مضمون سید محمود کی وفات کے موقع پر پڑھا گیا تھا۔ تعزیتی جلسوں میں عموماً رسمی باتیں ہوتی ہیں اور بقول سعادت حسن منٹو مرنے والے کو رحمتہ اللہ علیہ کی کھونٹی پر ٹانگ دیا جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنے اس مضمون میں موقع کی مناسبت سے رسمی باتیں نہیں کہیں سید محمود کی شخصیت پر بے باکی سے قلم اٹھایا ہے۔ اس طرح مولانا محمد علی جوہر کے متعلق بڑی متوازن رائے دی ہے۔

'اگر انہیں ایک آتش فشاں پہاڑ یا گلیشیر سے تشبیہ دی جائے تو کچھ زیادہ مبالغہ نہ ہو گا، ان دونوں میں عظمت و شان ہے لیکن دونوں میں خطرہ اور تباہی بھی ہے۔'

'وہ محبت و مروت کا پتلا تھا اور دوستوں پر جان نثار کرنے کے لیے تیار رہتا تھا لیکن بعض اوقات ذرا سی بات پر اس قدر آگ بگولا ہو جاتا تھا کہ دوستی اور محبت طاق پر دھری رہ جاتی تھی۔ دوست بھی اس کے جاں نثار اور فدائی تھے لیکن اس طرح بچتے تھے جیسے آتش پرست آگ سے بچتا ہے۔'

ان دو جملوں میں مولوی صاحب نے مولانا محمد علی کے کردار کی بڑی شاندار تصوری کھینچی ہے، ہو سکتا ہے کہ مولانا نے مرحوم کے بعض عقیدت مند یہ تصویر پسند نہ کریں، لیکن وہ یہ ضرور تسلیم کریں گے کہ مولوی صاحب کی بے باکی حقیقت پر مبنی ہے۔"(۶)

یہ اقتباسات مولوی عبدالحق کی تنقیدی جرات اور فکری دیانت کو آشکار کرتے ہیں۔ وہ شخصیت کو مکمل انسان کے طور پر پیش کرتے ہیں، جہاں خوبیوں کے ساتھ ساتھ خامیوں کا ذکر بھی ضروری ہے۔ فن کے اعتبار سے آمنہ صدیقی اختصار اور جامعیت کو ان کے اسلوب کی بنیادی خوبی قرار دیتی ہیں:

''مولوی صاحب کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ وہ کم لفظوں میں زیادہ سے زیادہ معنی پیدا کرنے کا فن خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ ان کے شخصی خاکے مختصر ہیں لیکن اس اختصار کے ساتھ ساتھ جامعیت بھی ان کی نمایاں خصوصیت ہے۔ سر سید کے متعلق انہوں نے تقریباً ایک سو صفحات لکھے ہیں لیکن ان کی اپنی افادیت کے اعتبار سے یہ صفحات آٹھ سو صفحے کی "حیات جاوید" سے کسی طرح کم نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ "حیات جاوید" ۱۰ اردو کی بہترین سوانح عمری ہے اور اس کا مقابلہ مولوی صاحب کے مضمون سے نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ کہنا نامناسب نہ ہو گا، کہ اس مضمون میں بعض ایسی معلومات ہیں جو 'حیات جاوید' میں نہیں، اس اعتبار سے اسے 'حیات جاوید' کا تکملہ کہا جا سکتا ہے۔''(۷)

یہاں تقابل سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عبدالحق کا نثری بیانیہ نہ صرف مختصر ہے بلکہ اس میں معنویت کی تہیں بھی موجود ہیں، جو قاری کو ذہنی سطح پر متحرک رکھتی ہیں۔ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کی ایک بڑی انفرادیت اُن کی توجہ کا مرکز ''عام انسان'' بھی ہیں۔ آمنہ صدیقی اس حوالے سے لکھتی ہیں:

''مولوی صاحب کے دو شخصی خاکے ایسے ہیں جن کی اردو ادب میں پہلے سے کوئی مثال موجود نہیں ہے۔ یہ دونوں مضمون ایسے اشخاص کے بارے میں ہیں جو نہ تو بڑے سیاست دان تھے نہ ادیب نہ شاعر یہاں تک کہ ان میں کوئی ایسی خاص بات نہ تھی کہ جن کی وجہ سے ان کے جاننے والوں کا حلقہ وسیع ہوتا ان میں ایک مالی تھا اور ایک سپاہی۔
" دولت مندوں، امیروں اور بڑے لوگوں ہی کے حالات لکھنے اور پڑھنے کے قابل نہیں ہوتے بلکہ غریبوں میں بھی بہت سے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی ہمارے لیے سبق آموز ہو سکتی ہے۔ انسان کا بہترین مطالعہ انسان ہے اور انسان ہونے میں امیر غریب کا کوئی فرق نہیں ہے۔ پھول میں گر آن ہے کانٹے میں بھی اک شان ہے''
یہ وہ تمہیدی سطور ہیں جو مولوی صاحب نے نور خان کے حالات لکھنے سے پہلے سپرد قرطاس کی ہیں" نور خان۔۔۔۔ گدڑی کا لال" معمولی آدمی تھا لیکن اس کے کردار کی بعض خصوصیات بڑی غیر معمولی تھیں انہیں خصوصیات نے مولوی صاحب کو متاثر کیا اور انہوں نے یہ خاکہ لکھا۔ اسی طرح نام دیو مالی ایک عام طرح کا انسان تھا ، لیکن اسے اپنے کام سے جو لگن اور عشق تھا وہ مولوی صاحب کے لئے کشش کا باعث ہوا اور انہوں نے اس کی

سیرت کشی کی۔۔ یہ دونوں شخصی خاکے بہترین انسانی مطالعے ہیں۔ یہ دونوں کردار ہمارے ادب میں لافانی حیثیت حاصل کر چکے ہیں۔ یہ مولوی عبدالحق کے قلم ہی کی مسیحائی ہے کہ معمولی آدمیوں کو انہوں نے زندہ جاوید کر دیا۔"(۸)

آمنہ صدیقی نے اپنے مضمون کے اختتام پر 'چند ہم عصر' کے تناظر میں اس کے مصنف کی شخصیت کے مطالعے کو بھی ممکن قرار دیا ہے اس بات کو وہ یوں بیان کرتی ہیں:

"چند ہم عصر" جہاں دوسروں کی داستان ہے وہیں اس میں خود نوشت سوانح عمری کا رنگ بھی پایا جاتا ہے۔ مولوی صاحب کی شخصیت کے بہت سے پہلو ان خاکوں سے بے نقاب ہوتے ہیں۔ ان کے سوانح نگار کے لئے بنیادی مواد اسی کتاب سے مل سکتا ہے۔ مولوی صاحب کے ذہنی رجحان کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے ان کی زندگی کے مختلف واقعات کا مشاہدہ بھی اسی دریچے سے ہو سکتا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جن لوگوں کی زندگیوں کو مولوی صاحب نے اپنا موضوع بنایا ہے ان کی کوئی نہ کوئی خصوصیت خود مولوی صاحب میں بھی موجود ہے وہ سرسید کی طرح ثقافتی رہنما ہیں، حالی کی طرح سادگی پسند ہیں محمد علی جوہر کی طرح جذباتی ہیں، میرن صاحب کی طرح وضع دار ہیں اور نام دیومالی کی طرح کام سے عشق رکھتے ہیں۔"(۹)

مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری پر نقاش کاظمی کا مضمون" بابائے اردو کی شخصیت چند ہم عصر کے آئینے میں' ماہنامہ قومی زبان' میں ستمبر ۱۹۶۹ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں انھوں نے مولوی عبدالحق کے طرزِ تحریر، فنِ خاکہ نگاری کے اسلوب، اور شخصیات کے انتخاب پر تفصیلی تبصرہ کرتے ہوئے یہ واضح کیا ہے کہ چند ہم عصر صرف ادبی خاکوں کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک فکری اور تہذیبی بیانیہ بھی ہے۔ نقاش کاظمی سب سے پہلے مولوی عبدالحق کے اسلوب کی ہم آہنگی اور اس میں پائی جانے والی وحدت کو نمایاں کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"بابائے اردو کے طرز تحریر کا مطالعہ مقدمات اور دیگر مضامین کے گل بوٹوں کے علاوہ اگر صرف چند ہم عصر کے آئینے میں کیا جائے تو ان کی انفرادی خصوصیات ذہن کے پردے منکشف ہو ہو کر جمع ہوتی رہتی ہیں"۔(۱۰)

یہ سطور اس بات کی دلیل ہیں کہ مولوی عبدالحق کے تحریری اسلوب میں ایک مستقل فکری اور تہذیبی سلسلہ موجود ہے جو وقت کے ساتھ تبدیل نہیں ہوتا۔ نقاش کاظمی کے مطابق مختلف خاکوں کے درمیان سالوں کا فاصلہ ہونے کے باوجود ان کی تحریر میں تسلسل، ہم آہنگی اور فکری یگانگت پائی جاتی ہے۔ یہ وصف مولوی عبدالحق کی فکری استقامت اور ادبی شعور کی پختگی کی علامت ہے۔ وہ

آگے چل کر خاکہ نگاری کو محض تعارفی تحریر نہیں بلکہ شخصیت نگاری کا گہرا مظہر قرار دیتے ہیں جس کی وجہ وہ مولوی عبدالحق کے خلوص اور جذبے کو سمجھتے ہیں۔ یہاں 'خلوص' اور 'جذبے' جیسے الفاظ مولوی عبدالحق کے خاکوں کی داخلی قوت کو نمایاں کرتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں محض قلمی صناعی نہیں بلکہ گہری جذباتی وابستگی بھی جھلکتی ہے، جو خاکوں کو محض سوانح نہ رہنے دیتی بلکہ ایک فکری اور تہذیبی دستاویز میں تبدیل کر دیتی ہے۔ نقاش کاظمی خاکہ نگاری کے فنی لوازم پر بھی روشنی ڈالتے ہیں اور اسے سوانح نگاری سے الگ مقام پر رکھتے ہیں:

> "چند ہم عصر کے ان مضامین کو ہم سوانحی خاکے یا شخصی مرقع سے تعبیر کر سکتے ہیں۔۔۔ اس قسم کے مختصر مضامین میں شخصیت کی جو جھلک ہمارے سامنے آتی ہے، اس میں مرقع نگار کی اپنی طبیعت اور اپنی شخصیت کا پرتو بھی ہوتا ہے۔۔"(۱۱)

یہ رائے خاکہ نگاری کی ایک بنیادی شرط کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں خاکہ نگار نہ صرف موضوع کو پیش کرتا ہے بلکہ اس میں اپنا فکری، جذباتی اور ادبی پرتو بھی شامل کرتا ہے۔ مولوی عبدالحق کی تحریروں میں بھی یہی بات نظر آتی ہے—وہ جب کسی شخصیت پر قلم اٹھاتے ہیں تو نہایت گہرے جذباتی ربط کے ساتھ لکھتے ہیں، اور یہ ربط تحریر کی سچائی اور اثر انگیزی میں اضافہ کرتا ہے۔ اسی تصور کو وسعت دیتے ہوئے وہ اس نکتے پر پہنچتے ہیں کہ خاکہ نگاری دراصل خود مصنف کی شخصیت کا پرتو بھی ہو سکتی ہے:

> "یہ تمام باتیں بظاہر دوسروں کی زندگی اور انداز زیست سے متعلق معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اصل میں یہ بابائے اردو مولوی عبدالحق کو اپنی ہی زندگی کی آئینہ دار ہیں۔"(۱۲)

یہ اقتباس خاکہ نگاری کے اس اہم اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ فنکار جب کسی شخصیت کو بیان کرتا ہے تو وہ دراصل اپنی بصیرت، اقدار، اور ترجیحات کی روشنی میں ہی اس کا تجزیہ کرتا ہے۔ مولوی عبدالحق کے خاکے اس لحاظ سے نہ صرف ان کے موضوعات کا عکس ہیں بلکہ وہ خود ان کے ذہنی اور فکری رجحانات کا اظہار یہ بھی ہیں۔ نقاش کاظمی آخر میں یہ بات پوری صراحت سے بیان کرتے ہیں کہ:

> "جب بھی چند ہم عصر کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر شخصیت کے خاکے میں مولوی صاحب کے خطوط نمایاں طور پر محسوس کرتے ہیں۔ یعنی چند ہم عصر کو پڑھنے کے بعد بابائے اردو کی شخصیت کا تعین واضح طور پر کیا جا سکتا ہے۔"(۱۳)

یہ فکری نتیجہ نہایت اہم ہے کیونکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری محض ایک فنی عمل نہیں بلکہ ایک فکری خود مکاشفہ بھی ہے۔ ان کے خاکے دوسروں کی سوانح ہیں، لیکن ان کے آئینے میں خود مصنف کی شخصیت بھی جھلکتی ہے — یہی وہ وصف ہے جو 'چند ہم عصر' کو اردو ادب میں لافانی بناتا ہے۔

مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کے تنقیدی مطالعے میں ابو سلمان شاہ جہاں پوری کا مضمون "بابائے اردو کی مرقع نگاری" بھی اہمیت کا حامل ہے، جو ستمبر ۱۹۷۲ء کے شمارہ قومی زبان میں شائع ہوا۔ مصنف نے مولوی عبدالحق کی فنی صلاحیت، تہذیبی شعور، اور شخصی اندازِ بیان کو خاکہ نگاری کے پس منظر میں نہایت مہارت سے پرکھا ہے۔ مضمون کی ابتدا میں ابو سلمان فنِ مرقع نگاری کی نزاکت اور اس کے لیے درکار اوصاف پر روشنی ڈالتے ہیں:

> "مرقع نگاری کے فن میں ہر ادیب وانشاپرداز کے لیے کامیاب ہونا یقینی نہیں۔ اس کے لیے لکھنے والے کے مزاج میں اعتدال، طبیعت میں توازن زبان پر عبور اور الفاظ کے مزاج سے واقفیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ تحریر کی مشق اور مضمون نویسی کی صلاحیت سے یہاں کام نہیں چلتا۔ مرقع نگاری کے فن میں وہی ادیب کامیاب ہو سکتا ہے جس کی نظر تیز اور تجزیئے کی صلاحیت ہو اور وہ بات کی تہ تک پہنچ جانے کے کمال کا مالک ہو جو کلیات و جزئیات کے مابین تمیز کرنے اور زندگی کے واقعات میں سے اہم واقعات کو چن لینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ نیز واقعات و حالات پر محاکمہ کرنے اور ان سے اصول وضع کرنے کی صلاحیت سے جسے اللہ تعالیٰ نے نوازا ہو۔"(۱۴)

یہ سطور فنِ خاکہ نگاری کو محض ادبی مشق یا نثر نویسی نہیں بلکہ ایک خاص مزاج، گہری بصیرت، اور زبانی مہارت کا تقاضا قرار دیتا ہے۔ یہ خصوصیات مولوی عبدالحق کی شخصیت میں بہ درجہ اتم موجود تھیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی خاکہ نگاری محض سوانحی نوشت نہیں بلکہ ایک گہرا تہذیبی اور فکری مرقع ہے۔ ابو سلمان ان خصوصیات کی موجودگی کو عبدالحق کی کامیابی کا سبب قرار دیتے ہیں کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق میں یہ صلاحیتیں بہ کمال و تمام موجود تھیں اور مرقع نگاری میں ان کی کامیابی کی وجہ یہی ہے۔ یہ بات اس امر کی تائید کرتی ہے کہ عبدالحق کی فطری بصیرت اور مشاہدہ کی گہرائی نے ان کے خاکوں کو فنی سطح پر معتبر اور معنوی اعتبار سے گراں قدر بنا دیا۔ خاکہ نگاری کی فنی خوبیوں میں ابو سلمان جس پہلو کو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں وہ مولوی عبدالحق کے ہاں تہذیبی و اخلاقی اقدار کا بیان ہے۔ وہ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"انہوں نے اپنے مرقعوں میں تہذیبی اور اخلاقی اقدار کو خاص طور پر اجاگر کیا ہے... انہیں حسنِ سیرت اور خوبیِ کردار سے عشق ہے۔ اس لیے حسن اور خوبی جہاں نظر آتی ہے، اس کے تذکرے میں ان کے قلم کی ندرتِ کاری عروج پر ہوتی ہے۔"(۱۵)

ابو سلمان شاہ جہاں پوری کی یہ رائے مولوی عبد الحق کی فکری وابستگی اور ان کی انسان دوستی کی بھرپور عکاسی کرتی ہے۔ ان کی خاکہ نگاری کا جوہر محض ظاہری خوبیوں یا حالات کا بیان نہیں بلکہ کردار کی اس گہرائی تک رسائی ہے جہاں اخلاق، انسانیت، فرض شناسی اور سچائی کی جڑیں پیوست ہوتی ہیں۔

یہ خوبی ان کے ان خاکوں میں بھی دیکھی جاسکتی ہے جو انھوں نے عام انسانوں، جیسے مالی یا سپاہی پر لکھے۔ وہ ان میں بھی وہی عظمت اور وقار تلاش کرتے ہیں جو بڑے سیاست دانوں یا اہلِ علم میں نظر آتی ہے۔ ان کا یہ زاویۂ نگاہ نہ صرف ان کے فکری اخلاص کی نشاندہی کرتا ہے بلکہ اردو ادب میں خاکہ نگاری کے نظریے کو بھی وسعت دیتا ہے۔ ابو سلمان ان کی نثر کی سادگی کو بھی ایک ادبی وصف قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

" بابائے اردو کی تحریر کی ایک خوبی سادگی ہے اس خوبی کی تلاش کے لیے کسی تحقیق کی ضرور نہیں ان کا کوئی مضمون ، کوئی مقالہ خواہ کسی موضوع رپر ہو اس میں سادگی کی خوبی موجود ہوگی یہ سادگی میر امن کی باغ و بہار سے ترقی کرکے سر سیّد اور حالی کے دور سے گزر کر اور ہر ددور اور ہر شخصیت کے اسلوب سے رنگ و روغن حاصل کرکے مولوی عبد الحق کے دور تک آئی ہے۔ اور سادگی کے اس مقام تک پہنچ گئی ہے جہاں سادگی حسن کا معیار قرار پائی ہے۔ ان کی سادگی کا صرف یہی مطلب نہیں کہ وہ الفاظ سادہ استعمال کرتے ہیں۔ جن کے معنی ہر خاص و عام جانتا ہے بلکہ ان کی تحریروں کی سادگی الفاظ اور اسلوب دونوں کی سادگی ہے۔ وہ اپنی تحریر کو مبالغے، دوراز کار تشبیہوں، بعید از فہم کنایوں اور استعاروں سے بچاتے ہیں اس طرح ان کی تحریر کی وہ خوبی نمایاں ہوتی ہے جسے سادہ و پر کار کہنا مناسب ہو گا۔"(۱۶)

یہ سادگی محض اسلوبیاتی خصوصیت نہیں بلکہ فکری شفافیت اور مقصدی وضاحت کی غماز ہے۔ مولوی عبد الحق اپنے خیالات کو نہ تصنع میں لپیٹتے ہیں، نہ مبالغے میں سنوارتے ہیں—وہ سیدھے، سادہ اور مؤثر پیرائے میں کردار کی اصل روح کو قاری کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خاکے محض پڑھنے کا تجربہ نہیں بلکہ ایک فکری تاثر کا تسلسل بن جاتے ہیں۔

ابو سلمان شاہ جہاں پوری نے اپنے مضمون میں مولوی عبد الحق کی خاکہ نگاری کو اردو ادب کے ایک فکری، تہذیبی اور اسلوبیاتی ستون کے طور پر پیش کیا ہے۔ انھوں نے واضح کیا کہ عبد الحق کی تحریر میں شخصیت نگاری، تہذیبی وابستگی، اخلاقی شعور اور بیانیہ سادگی ایک دوسرے سے پیوست ہو کر ایسا فن تخلیق کرتے ہیں جو آج بھی قاری کو متاثر کرتا ہے۔ ان کے مطابق مولوی صاحب کا اصل کمال یہی ہے کہ وہ کردار کی پیچیدگیوں کو سادہ لفظوں میں ایسی گہرائی سے پیش کرتے ہیں کہ وہ خاکے اپنے موضوع سے زیادہ خود خاکہ نگار کی فکری بصیرت کے آئینہ دار بن جاتے ہیں۔

وقار احمد رضوی کا مضمون 'عبد الحق ایک جائزہ' ستمبر ۱۹۷۳ء میں شائع ہوا۔ بظاہر ایک اجمالی تاثر ہے، لیکن در حقیقت مولوی عبد الحق کی علمی، ادبی اور تہذیبی خدمات کا جامع اور سنجیدہ مطالعہ پیش کرتا ہے۔ مضمون کی ابتدا ہی اردو زبان و ادب سے ان کی گہری وابستگی اور ہمہ جہت خدمات کے اعتراف سے ہوتی ہے۔ مصنف نے انہیں محقق، مورخ، مترجم اور انشاپرداز کی حیثیت سے خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ خاص طور پر خاکہ نگاری کے ضمن میں رضوی واضح کرتے ہیں کہ مولوی عبد الحق کی تحریروں میں فکری توازن اور اخلاقی سچائی نمایاں ہے، جو ان کے خاکوں کو محض ادبی نہیں بلکہ تہذیبی شعور کا مظہر بنا دیتے ہیں۔

''ان کی خاکہ نویسی کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی سوانح نگاری ان کا جذبہ عقیدت حائل نہیں ہوتا۔ وہ شخصیت کی سچی ترجمان کرتے ہیں جس سے موضوع کی تصویر واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ 'چند ہم عصر' میں تو بیس خاکے ہیں ان میں سر سیّد، محسن الملک اور حالی کے خاکے بہت اچھے ہیں۔ عبد الحق نے جس انداز میں ان کی نجی زندگی کے بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اس سے ان کے ذہنی ارتقا کا پتہ چلتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عبد الحق کے پیرائے میں خود اپنی سوانح کا خاکہ کھینچ رہے ہیں:

خوشتر آن باشد کہ سرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیث دیگراں (۱۷)

وقار احمد رضوی کا یہ مضمون ایک محتاط، مدلل اور فکری طور پر گہرائی رکھتا ہے۔ انھوں نے مولوی عبد الحق کی خاکہ نگاری کو ادبی تہذیب، سچائی، اور توازن کا ترجمان قرار دیا ہے اور خاکہ نگاری کے فن کو صرف اسلوب یا بیانیہ کی خوبیوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ اسے انسانی مطالعے کا اخلاقی اور جمالیاتی تجربہ قرار دیا ہے۔

ماہنامہ 'قومی زبان' کے اگست ۱۹۷۴ء کے شمارے میں شائع ہونے والا سید محمد عارف کا مضمون ''چند ہم عصر – ایک مطالعہ'' مولوی عبد الحق کی خاکہ نگاری پر ایک مدلل، تنقیدی اور متوازن تجزیہ پیش کرتا ہے۔ مصنف نے نہ صرف اردو ادب میں خاکہ

نگاری کی روایت کا جائزہ لیا بلکہ ''چند ہم عصر'' کی انفرادیت کو بھی اجاگر کیا۔ مضمون کے آغاز میں وہ اردو خاکہ نگاری کی تاریخ اور مولوی عبدالحق کے مقام پر روشنی ڈالتے ہیں:

''اردو ادب کے قدیم دور میں خاکہ نگاری یا مرقع نگاری کی صنف کا کوئی وجود نہیں ملتا۔ دور متوسط میں محمد حسین آزاد کی ''آب حیات'' میں بھی شخصیتوں کے نامکمل سے خاکے ملتے ہیں۔ دور جدید میں چراغ حسن حسرت کی ''مردم دیدہ'' شوکت تھانوی کی ''شیش محل'' اشرف صبوحی کی ''دل کی چند عجیب ہستیاں'' رشید احمد صدیقی کی ''گنج ہائے گرانمایہ'' اور مولوی عبدالحق کی ''چند ہم عصر'' وغیرہ سے قبل البتہ مرزا فرحت اللہ بیگ کے دو بہترین مرقعے ''ڈپٹی نذیر احمد'' اور ''وحید الدین سلیم'' ادبا کے سامنے تھے۔ اب جوش ملیح آبادی نے ''یادوں کی بارات'' میں اور ملا واحدی نے ''میرے زمانے کے دلی'' میں شخصیتوں کے خاکے دلچسپ پیرائے میں کھینچے ہیں۔ لیکن جب ہم بحیثیت مجموعی اردو کے اس مرقعاتی ادب پر نظر لاتے ہیں تو فنی اور ادبی نقطۂ نظر سے مولوی عبدالحق ''چند ہم عصر'' سب میں ممتاز نظر آتی ہے۔''(۱۸)

مضمون نگار یہاں اس تصور کی تردید کرتا ہے کہ اردو خاکہ نگاری محض مغربی اثرات کی مرہونِ منت ہے۔ سید محمد عارف نے مولوی عبدالحق کے خاکوں کو اردو تہذیب کی داخلی روایت سے جوڑتے ہوئے، ان کی تحریروں کو محض اسلوبی بیانات کے بجائے انسانی تجربے کا آئینہ قرار دیا ہے۔ یہ نکتہ مولوی عبدالحق کے فکری اور جمالیاتی وژن کو سمجھنے کے لیے بنیادی ہے۔ آگے چل کر وہ ''چند ہم عصر'' کے اسلوبی تنوع اور موضوعاتی وسعت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خاکہ نگاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے ممدوح سے نہ صرف کماحقہ واقف، بلکہ اس سے ایک جذباتی تعلق رکھتا ہو، تاہم اسے سیرت نگاری کے وقت بحیثیت انسان پیش کرے اس کی خامیوں پر ریشم کے پردے نہ ڈالے اور نہ ممدوح کی شخصیت پر اپنی شخصیت کو حاوی کرے۔ اس طرح جو تصویر نظروں کے سامنے آئے گی وہ ایک انسان کی جامع تصویر ہوگی جس کی خوبیاں باعث تقلید ہوں گی اور خامیاں باعث فہرست اگر اس کسوٹی پر مذکورہ تصانیف کو پرکھیں تو کسی کے مرقعے مرنے والوں کے نوحے معلوم ہوں گے۔ کسی میں حیرت و تعجب کا سامان زیادہ ملے گا کسی میں مزاح کی عینک سے شخصیتوں کے خاکے کارٹون نظر آئیں گے۔۔۔ غرض یہ کہ ان کی خاکہ نگاری میں کسی ایک طرف زیادہ جھکاؤ ملے گا لیکن "چند ہم عصر" کے بارے میں یہ رائے بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے کہ اس ٹکر کی کوئی دوسری کتاب اردو نظر میں اس موضوع پر نظر نہیں آتی۔"(۱۹)

''چند ہم عصر'' کسی خاص طبقے یا شعبے کے نمائندہ افراد تک محدود نہیں، بلکہ اس میں زندگی کے مختلف پہلوؤں سے وابستہ کردار شامل کیے گئے ہیں۔ اس سے مولوی عبدالحق کی انسان دوستی اور وسیع النظری کا اظہار ہوتا ہے، جو اردو خاکہ نگاری کو ایک محدود دائرے سے نکال کر انسانی مطالعے کی ایک جامع صنف بناتی ہے۔ مصنف ''چند ہم عصر'' کے اسلوبی خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بابائے اردو کی خاکہ نگاری کی ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ خود اپنی ذات کو بلاوجہ قاری اور اصل شخصیت کے درمیان حائل نہیں کرتے۔ ان کی ہر ممکن کوشش یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو کم سے کم اجاگر کریں۔ چند خاکوں میں ان کی موجود کا احساس ہوتا ہے ورنہ وہ سیرت کو قاری کی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے انہوں نے خود کبھی اصل شخصیت پر حاوی ہو کر فن کو برباد نہیں کیا۔ البتہ ان کے دلاویز اور بیش قیمت افکار گاہ بگاہ ہمیں شخصیتوں کے درمیان مل جاتے ہیں۔ چنانچہ 'چند ہم عصر' افکار عبدالحق کا اہم ماخذ ہے لیکن یہ افکار شخصیت سے کچھ اس طرح پیوست ہیں کہ ان کی روشنی میں وہ اور زیادہ نکھر آتی ہے اور قاری تہیہ کر کے اٹھتا ہے کہ وہ بھی اُن عظیم اقدار کو اپنا کر بلندیوں کو حاصل کر کے رہے گا''۔(۲۰)

سید محمد عارف کی یہ رائے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو صرف فرد کی تصویر کشی تک محدود نہیں کرتی بلکہ اسے اجتماعی شعور اور تہذیبی روایت سے جوڑ کر دیکھتی ہے۔ ان کے نزدیک عبدالحق کے خاکے ان کی ذاتی شخصیت، علمی ترجیحات، اور سماجی شعور کی توسیع ہیں، جو اردو ادب کو ایک مستقل فکری اور جمالیاتی دھارا عطا کرتے ہیں۔ سید محمد عارف کا مضمون 'چند ہم عصر—ایک مطالعہ' نہایت متوازن اور فکری طور پر پختہ تنقیدی مطالعہ ہے۔ انھوں نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو اردو ادب کی داخلی روایت سے جوڑ کر اس کی اصالت، وسعت اور فکری گہرائی کو نمایاں کیا ہے۔ ان کے تجزیے میں نہ صرف اسلوبی بصیرت ہے بلکہ ایک تاریخی اور تہذیبی تناظر بھی ہے، جو مولوی عبدالحق کے مقام کو صرف خاکہ نگار کے طور پر نہیں، بلکہ اردو تہذیب کے نمائندہ مفکر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اور دوسری خوبی اس مضمون کی یہ ہے کہ انھوں نے تحقیقی اُصولوں کے مطابق اس مضمون کے لیے معاون کتب کے حوالات درج کیے ہیں یوں اِس مضمون کی حیثیت ایک عمومی تاثراتی مضمون سے بڑھ کر ایک مختصر تحقیقی مقالے جیسی ہو جاتی ہے۔

ستمبر ۱۹۷۵ء میں مسعود سراج کا مضمون بعنوان ''مولوی عبدالحق اور خاکہ نگاری'' شائع ہوا۔ مسعود سراج کا مضمون اردو ادب میں خاکہ نگاری کے فکری تناظر، تاریخی ارتقاء، اور مولوی عبدالحق کے فنی مقام کو عمدگی سے سمیٹتا ہے۔ مضمون کے آغاز میں وہ فنِ خاکہ نگاری کی تعریف اور اس کے اندرونی تقاضوں کو کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اچھا خاکہ جسے ہم اسکیچ یا پین پورٹریٹ (Pen Portrait) کہتے ہیں ۔ کسی کی شخصیت کا دل کش مطالعہ ہوتا ہے۔ خاکے میں کسی کی شخصیت پیش کی جاتی ہے۔ خاکہ نگاری ایک طرح کی تصویر کشی ہے جس میں کسی شخصیت کے بعض اہم پہلو پیش کیے جاتے ہیں خاکہ نگاری کے لیے غیر جانبِ داری، احساس تناسب، نفسیاتی مہارت درکار ہے۔ جہاں خاکہ نگار بعض ایسے اہم پہلوؤں کو جو اس کی شخصیت کا احاطہ کر لیتی ہیں خواہ وہ اچھے ہوں یا بُرے، ہمدردانہ، طور پر، غیر جانبداری کے ساتھ، اختصار سے کام لے کر کم سے کم جملوں میں مختصر سے پیمانے پر پیش کرتا ہے وہ اپنے ممدوح کی شخصیت کے ایسے اہم پہلو ہمارے سامنے پیش کرتا ہے کہ اس کی جیتی جاگتی تصوری ہماری آنکھوں میں پھر جاتی ہے"۔(۲۱)

یہ نکتہ اجاگر کرتا ہے کہ خاکہ نگاری محض ظاہری وصف نگاری نہیں، بلکہ ایک گہرے داخلی مشاہدے اور دیانت دار تجزیے کا نام ہے۔ مسعود سراج نے فن کے اس اصولی تقاضے کو جس انداز میں بیان کیا ہے، وہ مولوی عبدالحق کے اسلوبِ خاکہ نگاری سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہے، کیوں کہ عبدالحق کے ہاں شخصیت کا تجزیہ ہمیشہ صداقت، توازن، اور فکری شفافیت سے مزین ہوتا ہے۔ مصنف اردو ادب میں خاکہ نگاری کی روایت کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نورخان اور نام دیو کے کردار پڑھ کر اس بات کا ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ مولوی عبدالحق انسانی عظمت کے شناسا ہیں جن لوگوں میں آپ نے شرافت، انسانی، ہمدردیاور جذبۂ مہر و محبت دیکھا ہے، ان کی شخصیتوں سے بہت متاثر ہوئے ہیں۔

مولوی عبدالحق کا اسلوب بیان خاکہ نگاری کے لیے موزوں ہے۔ خیالات کی متانت، بیان کی شگفتگی اظہار بیاں میں اعتدال، زبان میں محاوروں کی چاشنی نے ان کے خاکوں کو غیر معمولی مقبولیت عطا کر دی ہے۔ انہوں نے اپنے سارے خاکے محبت اور عداوت کے جذبوں سے بالاتر ہو کر لکھے ہیں۔ وہ ہر شخص کے بارے میں بے لاگ رائے دیتے ہیں۔"(۲۲)

یہ اس امر کی تائید ہے کہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری صرف معلوماتی یا بیان کردہ صفات کی فہرست نہیں، بلکہ متاثر کن تخلیقی تاثر کا حامل فنی عمل ہے۔ وہ کردار کی تجسیم اس مہارت سے کرتے ہیں کہ قاری صرف پڑھتا نہیں بلکہ شخصیت کو محسوس کرتا ہے۔ یہی فنی گہرائی مولوی عبدالحق کو اردو نثر میں منفرد بناتی ہے۔ مولوی عبدالحق کے خاکے محض غیر جانب دار تجزیے نہیں بلکہ وہ ایک تہذیبی منشور ہیں جن میں مصنف کا اخلاقی وژن اور نظریاتی شفافیت نمایاں ہے۔

مسعود سراج کا یہ مضمون نہ صرف فنِ خاکہ نگاری کی ماہیت پر سیر حاصل بحث فراہم کرتا ہے بلکہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو اردو ادب میں فن، فکر اور تہذیب کے امتزاج کی بہترین مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انھوں نے عبدالحق کے اسلوب کو محض تاثراتی یا جذباتی نہیں بلکہ علمی، اخلاقی، اور فکری سطح پر مؤثر اور منفرد قرار دیا۔ ان کے تبصرے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری اردو نثر کی روایت میں ایک ایساسنگِ میل ہے، جس نے اس صنف کو ادبی رفعت، فکری عمق، اور انسانی بصیرت عطا کی۔

اگست ۱۹۷۶ء میں عصمت اللہ خان کا ایک مضمون بعنوان "مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری" شائع ہوا۔ یہ مضمون مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کے اسلوبی محاسن اور فکری عمق پر نہایت سلیقہ مندانہ روشنی ڈالتا ہے۔ بابائے اردو کے اسلوب کی انفرادیت کو جس انداز میں بیان کیا گیا ہے، وہ ان کی فکری بالیدگی اور لسانی بصیرت کا آئینہ دار ہے۔ سادہ الفاظ کے ذریعے انسانی فطرت کی پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانا اور نکتہ آفرینی کے ذریعے قاری کے قلب و نظر کو روشن کرنا مولوی عبدالحق کے اسلوب کا وہ جوہری وصف ہے جو ان کی نثر کو محض بیانیہ نہیں، بلکہ ایک فکری تجربہ بنا دیتا ہے۔

> "سادہ سے الفاظ کے ذریعے فطرتِ انسانی کے پیچ و خم کو استوار کرتے ہوئے ایسے نکتوں کی نشان دہی کرنا کہ جن کے مطالعے سے نہ صرف دلی تسلسل کو تقویت ملے بلکہ قلب و نظر بھی جگمگا اُٹھیں۔ کچھ بابائے اُردو کے اسلوب ہی کی خصوصیت ہے، بیان کی شگفتگی، عبارت کے خیال کا تسلسل، کم سے کم الفاظ میں بڑی سے بڑی بات کہنے کا انداز، لب و لہجے کا فطری پن، بر محل اور موثر محاوروں کا استعمال اور بر موقع استعاروں کی مدد سے معنی آفرینی، بابائے اردو کے اسلوب کی وہ دوسری خوبیاں ہیں جنھوں نے ان کی تحریر کی گیرائی اور پذیرائی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔"(۲۳)

عصمت اللہ خان نے مولوی عبدالحق کے طرزِ نگارش کی چند ایسی نمایاں خصوصیات کی نشان دہی اس مضمون میں کی ہے جو انھیں دیگر خاکہ نگاروں سے ممتاز کرتی ہیں۔ مولوی عبدالحق کے خاکوں میں محض شخصیت نگاری نہیں بلکہ اس شخصیت کے باطن تک رسائی کا جواز بھی موجود ہے، اور یہی خوبی ان کے اسلوب کو محض معلوماتی نہیں، بلکہ تاثیر آفرین اور جمالیاتی سطح پر بلند بناتی ہے۔

"چند ہم عصر" میں شامل دو شخصیات یعنی 'نام دیومالی' اور 'نور خان' پر عصمت اللہ خان نے بھی اظہارِ خیال کیا ہے لیکن اس سے قبل وہ ایسے کرداروں کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے وہ اس جانب توجہ مبذول کرواتے ہیں کہ ادب میں بالعموم اور افسانوں میں بالخصوص ایسے کرداروں کی کمی نہیں جو اپنی سیرت کی تاریکیوں کے باوجود کسی ایک خوبی کے باعث انسانیت کی شمع روشن کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ ایک قابلِ قدر ادبی رویہ ہے، جس کی عمدہ مثالیں کرشن چندر، منٹو اور احمد ندیم قاسمی کے افسانوی خاکوں میں ملتی ہیں۔ ان کرداروں سے انسان

کی عظمت پر یقین پختہ ہوتا ہے۔ تاہم حقیقت یہ ہے کہ تاریکی میں روشنی تلاش کرنا نسبتاً آسان ہے، مگر زندگی کی معمولی روشنی میں کسی شخصیت کے روشن پہلوؤں کی تلاش کہیں زیادہ صبر آزما عمل ہے۔ پھر وہ ان دو کرداروں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مولوی عبدالحق کے خاکوں میں نام دیو مالی اور گدڑی کا لال، نور خان ایسی ہی کاوشیں ہیں مصنف نے ان خاکوں میں شخصیت کے تاریک پس منظر کے بغیر ہی اپنے کرداروں کے روشن خطوط کی تشکیل کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رویّہ اوّل الذکر رویّہ سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ علاوہ ازیں مولوی عبدالحق نے اپنے خاکوں کے مجموعے میں سر سید، حالی، مولانا محمد علی، ڈاکٹر محمد اقبال کے مقابلے میں نام دیو مالی اور سپاہی نور خان جیسے معاشرے کے معمولی افراد کو جگہ دے کر اپنی انسان دوستی کا عملی ثبوت دیا ہے۔ خاکہ نگاری کی اس خصوصیت میں شاید ہی کوئی دوسرا خاکہ نگار مولوی عبدالحق کا حریف ثابت ہو۔"(۲۴)

عصمت اللہ خان مضمون کے آخر میں مجموعی طور پر مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک ان خاکوں کے مجموعے کی ایک بڑی اہمیت یہ بھی ہے کہ ہمارے لیے یہ خود شناسی کا ایک ذریعہ ہے۔ مولوی عبدالحق نے ان خاکوں کے واسطے سے ہمیں ہماری تہذیب اور علم و فن کی اُن زندہ روایات اور اقدار سے روشناس کرایا ہے۔ جو شخصیت و کردار کے محدود دائرے سے نکل کر پوری زندگی کا احاطہ کر لیتی ہیں۔ افسوس کہ فی زمانہ ہم ان بلند اقدار حیات سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ خلوص و ایثار، محنت، فرض شناسی، وطن دوستی، انسانی ہمدردی، امانت و دیانت، مساوات و اخوت کا اب ہمارے درمیان زیادہ چلن نہیں۔ ان حالات میں ہمارے لیے چند ہم عصر کی حیثیت ایک ایسے دریچے کی ہے جس سے ماضی کے آنگن میں بھٹکتے ہوئے ہم اپنے دل کو کم از کم یہ تسلی تو دے لیتے ہیں کہ آج گو ہم قحط الرّجال کا شکار ہیں لیکن کبھی تو ہمارا دامنِ حیات زندگی ساز ہستیوں سے معمور تھا۔"(۲۵)

عصمت اللہ خان کا یہ مضمون مولوی عبدالحق کے خاکوں کے مجموعے "چند ہم عصر" کی تہذیبی و اخلاقی اہمیت کو نہایت پُر اثر انداز میں اجاگر کرتا ہے۔ مصنف نے بجا طور پر ان خاکوں کو خود شناسی اور اجتماعی شعور کی بازیافت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ مولوی عبدالحق نے محض شخصیات کی تصویر کشی نہیں کی، بلکہ ان کے ذریعے ایک عہد کی اعلیٰ قدروں — خلوص، ایثار، فرض شناسی، وطن دوستی اور انسانی ہمدردی — کو زندہ کیا ہے۔ یہ خاکے ہمارے اخلاقی اور تہذیبی زوال کے پس منظر میں امید کا ایک روشن دریچہ ہیں، جن کے ذریعے ہم ماضی کی ان درخشاں روایات کو دیکھ سکتے ہیں جو آج مفقود ہوتی جا رہی ہیں۔

ڈاکٹر یونس حسنی کا مضمون ''خاکہ نگاری کا فن اور چند ہم عصر'' ماہ نامہ 'قومی زبان'، اگست ۱۹۷۶ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ اس مضمون میں انھوں نے خاکہ نگاری کو بہ طور صنفِ ادب نہ صرف نظریاتی بنیادوں پر پرکھا ہے بلکہ مولوی عبدالحق کے طرزِ تحریر، اسلوب اور اس فن میں ان کی تخلیقی کامیابیوں کا تجزیاتی مطالعہ بھی پیش کیا ہے۔ مضمون کے ابتدائی حصّے میں ڈاکٹر یونس حسنی نے خاکہ نگاری کے فن پر بحث کرتے ہوئے دو بنیادی باتوں کا ذکر کیا ہے اُن کے بقولِ خاکہ نگاری کی دو قسمیں ہیں ا۔ سوانحی خاکے جو کسی حقیقی شخصیت یا کردار کی زندگی کے بعض پہلوؤں سے متعلق ہوں جب کہ ۲۔ قسم افسانوی خاکوں کی ہوتی ہے جو کسی تخیلی کردار کو پیش کرتے ہیں ڈاکٹر یونس حسنی نے خاکہ نگار کی حیثیت اور مورخ یا سوانح نگار کی حیثیت میں موجود فرق کو بھی مضمون کے اس ابتدائی حصّے میں واضح کیا ہے۔ ڈاکٹر یونس حسنی لکھتے ہیں کہ خاکہ نگار، مورخ یا سوانح نگار سے اس لیے مختلف ہوتا ہے کہ وہ نہ تو تاریخی ترتیب کا پابند ہوتا ہے اور نہ ہی غیر جانب داری کا۔ وہ صرف شخصیت کے اثر انگیز پہلوؤں کو چن کر موثر اور دلکش انداز میں پیش کرتا ہے، بہ شرط یہ کہ اسے اس شخصیت سے کچھ جذباتی وابستگی ہو۔ بر خلاف سوانح، خاکے کا مقصد مکمل زندگی کا احاطہ نہیں بلکہ کسی فرد کی نمایاں خصوصیات کا تاثراتی اظہار ہوتا ہے۔''(۲۶)

اس کے بعد اس مضمون میں ڈاکٹر یونس حسنی مولوی عبدالحق کے نثری اسلوب کو حالی اسکول سے منسلک کرتے ہیں، جو سادگی، صفائی اور فکری وضاحت کا امین ہے۔ جن کی تحریر کی نمایاں خصوصیات سادگی، روانی، روزمرہ الفاظ کا استعمال اور واضح اسلوب ہے۔ وہ غیر ضروری عربی، فارسی یا سنسکرت الفاظ سے اجتناب کرتے ہیں اور علمی موضوعات پر بھی سادہ زبان میں اظہار کرتے ہیں۔ ان کی نثر میں دکھاوے سے گریز اور اثر آفرینی کا وصف نمایاں ہے۔ ''چند ہم عصر'' کے خاکوں میں ان کا اسلوب زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتا ہے، جہاں وہ معمولی الفاظ میں غیر معمولی تاثیر پیدا کرتے ہیں اور شخصیات پر بے لاگ تبصرے کرتے ہیں۔''(۲۷)

مولوی عبدالحق کے خاکوں پر ناقدین کی جانب سے یہ آرا سامنے آتی رہی ہیں کہ ان میں تکرار موجود ہے اور ان کا اسلوب اس درجہ شگفتہ نہیں جو کہ عمومی طور پر خاکوں کے لیے ضروری ہے۔ ڈاکٹر یونس حسنی نے مولوی عبدالحق کے خاکوں میں موجود اسلوبی کمزوریوں کی نشان دہی بھی کی ہے اور اس حوالے اپنی تنقیدی رائے بھی پیش کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''ان کے خاکوں میں جو عدم شگفتگی کی شکایت کی جاتی ہے اس کی ایک وجہ ان کی یہ حد سے بڑھی ہوئی سادگی اور ٹھیٹ اور راست انداز بیان بھی ہے۔ وہ تکار کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔ ان کے اکثر خاکوں میں سطریں بلکہ پیرے کے پیرے مکرّر استعمال ہوئے ہیں۔ یہ تکرار ان کے خاکوں کو ایک ساتھ پڑھتے وقت ناگوار محسوس ہوتی ہے۔ اور صاحب تصنیف کی دہنیت بے مائیگی یا لاچارگی ظاہر کرتی ہے مگر اس میں مولوی عبدالحق صاحب کی دشواریوں کو بڑا دخل ہے اور انھیں نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ان کی سماجی اور علمی مصروفیات انہیں اسلوب کی

ISSN NO. 1818-9296

طرف خاطر خواہ توجہ دینے سے معذور رکھتی تھیں اس لیے خاکے لکھتے وقت وہ رواروی میں اس قسم کی تکرار کے مرتکب ہوئے ہیں۔"(۲۸)

یہ تنقید نہایت مخلصانہ اور دیانت دارانہ ہے۔ یونس حسنی مولوی عبدالحق کی مصروف علمی و سماجی زندگی کو ان تکرارات کی وجہ قرار دیتے ہیں، جو بعض قارئین کو اسلوبی یکسانیت کا احساس دلاتے ہیں۔ اس سے ایک متوازن اور منصفانہ نقطۂ نظر سامنے آتا ہے جس میں فنی عظمت کے ساتھ بشری کمزوریوں کا اعتراف بھی موجود ہے۔ مضمون کے اختتام پر ڈاکٹر یونس حسنی مولوی عبدالحق کے اسلوب کا اردو نثر کی ارتقائی تاریخ میں ایک مقام متعین کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مجموعی اعتبار سے ان کا اسلوب اردو نثر کے لیے بڑے کام کا ثابت ہوا ہے۔ ہم نے ابھی نثر لکھنا نہیں سیکھا ہے۔ اردو ذہن پر شاعری اور خصوصاً غزل کی روایات کا سایہ ہے۔ ہم اس نثر کو پسند کرتے ہیں جس میں شعر کی چاشنی ہے۔ اس لیے ہمارے یہاں محمد حسین آزاد، ابوالکلام آزاد، نیاز اور مہدی حسن کے اسلوب کی پرستش ہوتی ہے۔ حالی نے نثر کو شعر کی اس دلدل سے نکالنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی صاحب نے اس روایت کو آگے بڑھایا ہے اور نثر کو نثر کی طرح برتا ہے۔ ان کی سادگی میں پُرکاری ہے۔ ان کی بے تکلفی میں رکھ رکھاؤ ہے ان کے طنز میں سنجیدگی ہے اور ان کی زبان میں ایک ایسی حلاوت ہے کہ لفاظی اور سخن طرازی اس کا بدل نہیں ہو سکتی۔"(۲۹)

مولوی عبدالحق کی نثر کی اصل خوبی یہ ہے کہ وہ محاوراتی شگفتگی یا خطیبانہ رنگینی کے بجائے سادہ، بامعنی اور اثرانگیز زبان کے ذریعے قاری کے دل پر اثر ڈالتے ہیں۔ یہ سادگی ان کی تحریر کا جمالیاتی اصول ہے، جو انہیں اردو نثر کے ان فکری معماروں میں شامل کرتا ہے جنھوں نے اردو کو محض اظہار کا ذریعہ نہیں بلکہ تہذیب کا ترجمان بنایا۔

ڈاکٹر یونس حسنی کا یہ مضمون فنی تنقید، اسلوبیاتی تجزیے، اور ادبی دیانت کی ایک عمدہ مثال ہے۔ انہوں نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو اردو نثر کی کلاسیکی روایت کا ایک مؤثر تسلسل قرار دیا، جس میں سادگی، فکری توازن، انسان دوستی اور ادبی اخلاص جیسے عناصر مل کر فن کو مکمل کرتے ہیں۔ وہ اس امر کا بھی برملا اعتراف کرتے ہیں کہ عبدالحق کی خاکہ نگاری محض ادب نہیں، بلکہ اردو تہذیب، زبان، اور کردار کی تعمیر کا ایک زندہ حوالہ ہے۔

اگست ۱۹۷۷ء میں صابرہ سعید کا تحریر کردہ مضمون بعنوان "مولوی عبدالحق اور انسان دوستی" شائع ہوا۔ دیگر مضمون نگاروں کے برعکس صابرہ سعید نے اپنے مضمون کے ابتدائی حصّے میں مولوی عبدالحق کا ایک مختصر سوانحی تعارف پیش کیا ہے۔ مصنفہ نے نہ صرف مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کا پس منظر بیان کیا بلکہ ان کے اسلوبِ نثر کے فنی محاسن کو بھی اجاگر کیا ہے۔ مضمون کی ایک اہم جہت یہ ہے کہ

صابرہ سعید نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو اُن کی معاصر شخصیات کی وفات سے جوڑتے ہوئے اسے ان کے جذباتی اور انسان دوست رویے کی عکاسی قرار دیا ہے، جس کی توثیق اگست ۱۹۶۱ء میں آمنہ صدیقی کی رائے سے بھی ہوتی ہے۔(۳۰)

"چند ہم عصر" کی فنی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے صابرہ سعید لکھتی ہیں:

"مولوی صاحب کے مرقعوں میں جو چیز سب سے زیادہ قارئین کی توجہ اپنی جانب مبذول کرتی ہے وہ الفاظ کا جوہر ہے ان کے یہاں مفہوم کی اکائیوں اور الفاظ کی اکائیوں کے درمیان بے حد مطابقت پائی جاتی ہے۔ عبارت میں جھول نہیں جملوں کی دروبست اور تنظیم میں اختصار اور جامعیت سے کام لیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ان کی تحریر کی سادگی میں پرکاری، سالاست، رنگینیوں بے تکلفی میں ایک رکھ رکھاؤ ہے۔ کسی صنف میں بھی ان کی طبیعت کی جولانی اور قلم کی روانی میں فرق نہیں محسوس ہوتا۔ ان کے خاکوں میں معروضانہ انداز بیان اور سب سے بڑھ کر ذاتی اور عقلی وصف کا منفرد انداز ملتا ہے۔ اکثر جگہ مولوی صاحب نے تنقید اور طنز سے بھی کام لیا ہے۔ ان کا طنز نہایت تیکھا اور غضبناک قسم کا ہے۔"(۳۱)

صابرہ سعید کا اسلوب سے متعلق تبصرہ نہایت دقیق اور بصیرت افروز ہے جس میں سب سے اہم بات یہ کہ مولوی عبدالحق کے ہاں معروضیت، عقلیت، اور ایک منفرد طنزیہ انداز ملتا ہے جو ان کے خاکوں کو گہرائی اور اثر بخشی عطا کرتا ہے۔ صابرہ سعید کا یہ تجزیہ مولوی عبدالحق کے اسلوبِ نثر کو فنی اعتبار سے سمجھنے میں مدد دیتا ہے اور ان کی انسان دوستی کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔

ناہید درخشاں صدیقی کا مضمون "مولوی عبدالحق کی مرقع نگاری کا فن" اگست ۱۹۷۹ میں شایع ہوا۔ جس میں انھوں نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو سادگی، تاثرات کی نرمی، اور ہمدردانہ لب و لہجے کا حسین امتزاج قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں مولوی عبدالحق کے اسلوب میں نہ کوئی تصنع ہے، نہ مصنوعی چمک دمک، بلکہ آہستہ خرام تحریر، پرکاری اور اختصار کی خوبیاں ان کے فن کو بلند مقام عطا کرتی ہیں۔ "چند ہم عصر" کے خاکے دراصل ان شخصیات کا عکس ہیں جن سے مولوی عبدالحق کا قریبی تعلق رہا، اور یہی قلبی تاثر ان کی نثر میں گہرائی اور تاثیر پیدا کرتا ہے۔

"بابائے اردو ہمیشہ اپنے فن کی نزاکت کا خیال رکھتے ہیں اور اس فن کو برتنا بھی خوب جانتے ہیں۔ وہ نہ تو لوگوں کی غلطیوں پر طنز کرتے ہیں اور نہ ہی اپنا انداز ناصحانہ کرتے ہیں بلکہ ایسے موقع پر ان کا لب و لہجہ خاص طور پر زیادہ ہی ہمدردانہ ہو جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق کے نزدیک انسان کا بہترین مطالعہ انسان ہے اور وہ انسان ہونے میں امارت اور

افلاس کا کوئی فرق روا نہیں رکھتے اور نہ ہی ایسی دوسری حد بندی کے قائل ہیں۔ انہیں انسانیت سے پیار اور اعلیٰ انسانی اقدار سے عشق ہے۔"(۳۲)

ناہید درخشاں صدیقی کی اس تنقیدی جائزے میں مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کا وہ انسان دوست پہلو نمایاں ہوتا ہے جس میں طنز و تعریض کے بجائے ہمدردی، خلوص، اور فہم انسانی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا اسلوب نہ نصیحت آمیز ہے، نہ طنزیہ، بلکہ وہ نرمی اور شفقت کے ساتھ کرداروں کی کمزوریوں کو بیان کرتے ہیں، جو ان کے اخلاقی وقار اور ادبی پختگی کا ثبوت ہے۔ ان کے نزدیک انسان، اس کی ذات، اس کی اقدار اور اس کی حرمت اہم ہے، نہ کہ اس کا طبقاتی پس منظر یا معاشی حیثیت۔ یہی ان کے فن کی اخلاقی بلندی ہے کہ وہ فرد کو اس کی انسانیت کے آئینے میں دیکھتے ہیں مولوی عبدالحق کا یہ رویہ نہ صرف ان کے وسیع انسانی شعور کا غماز ہے بلکہ اردو خاکہ نگاری کو بھی ایک اعلیٰ اخلاقی سطح پر فائز کرتا ہے۔

رشیدہ بیگم کا مضمون "بابائے اردو کیوں" اگست ۱۹۸۲ میں شایع ہوا۔ اس مضمون میں مصنفہ نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو ان کے فطری اسلوب، شگفتہ بیان، اور راست گوئی کا ثمر قرار دیا ہے۔

"خاکہ نگاری جیسے کٹھن کام کو بابائے اردو نے جس خوبصورتی اور دلآویزی سے انجام دیا ہے یہ ان کا ہی حق تھا۔ ان کا اسلوب بیان خاکہ نگاری کے لیے موزوں ہے، خیالات کی متانت بیان کی شگفتگی، اظہار بیان میں اعتدال زبان میں محاوروں کی چاشنی نے ان کے خاکوں کو غیر معمولی اہمیت کا مالک بنا دیا ہے وہ ہر شخص کے بارے میں راست گوئی اور بے باکی سے رائے دیتے ہیں۔ ان کے بیان کو وہ قوت حاصل ہے کہ جس سے کلام دل نشین ہو جاتا ہے۔ وہ بڑے شگفتگی اور بے ساختگی سے خاکہ نگاری کرتے ہیں ان کا دلآویز لہجہ اور موزوں موازنے ہی خاکہ نگاری کی جان ہیں۔"(۳۳)

مصنفہ نے بجا طور پر اس جانب اشارہ کیا ہے کہ مولوی عبدالحق کی متوازن زبان، محاوروں کی چاشنی، اور دل آویز لہجہ ان کے خاکوں کو غیر معمولی تاثیر عطا کرتا ہے۔ ان کی بے ساختہ اور سادہ طرز تحریر نے خاکہ نگاری جیسے دقیق فن کو قابلِ مطالعہ اور جاذبِ نظر بنا دیا ہے، جو ان کی فنی مہارت اور شخصی شعور کا مظہر ہے۔

اگست ۱۹۸۸ء میں ابو سلمان شاہ جہاں پوری کا تحریر کردہ مضمون "بابائے اُردو کی مرقع نگاری" شائع ہوا۔ حیرت انگیز طور پر موصوف کا یہ مضمون حرف بہ حرف اسی عنوان کے ساتھ شائع ہونے والے اس سے قبل ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۱۵ تا ۱۸ کا عکس ہے۔ ان دونوں مضامین میں تمام تر مماثلتوں کے باوجود اگر کوئی فرق موجود ہے تو "ڈاکٹر" کی صورت میں موجود ہے۔ مجلاتی صحافت میں یہ ذمہ داری مدیر پر

عائد ہوتی ہے کہ اگر کسی مضمون کی فنی فکری اور علمی وقعت کی وجہ سے دوبارہ اشاعت ضروری سمجھی جائے تو اِس کا ذکر اور حوالہ بااہتمام دیا جائے لیکن اتفاق سے مذکورہ مضمون کی مکرر اشاعت کے موقع پر اس امر کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔(۳۴)

زیرِ نظر تحقیق میں ہم نے ۱۲ ممتاز ادبا و ناقدین — آمنہ صدیقی، نقاش کاظمی، ابو سلمان شاہ جہاں پوری، وقار احمد رضوی، سید محمد عارف، مسعود سراج، عصمت اللہ خان، ڈاکٹر یونس حسنی، صابرہ سعید، ناہید رخشاں صدیقی، اور رشیدہ بیگم کے وہ مضامین شاملِ مطالعہ کیے جو ۱۹۶۱ء سے ۱۹۹۰ء تک ماہ نامہ "قومی زبان" میں شائع ہوئے۔ ان تمام ناقدین نے مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو فکری، فنی، اخلاقی اور تہذیبی اعتبار سے ایک غیر معمولی کارنامہ قرار دیا۔ ان کے ہاں سادگی، اثر آفرینی، راست گوئی، انسان دوستی، اور اختصار و جامعیت جیسی صفات بارہا بیان کی گئیں۔ بعض ناقدین، خصوصاً ڈاکٹر یونس حسنی، نے ان کے اسلوب میں موجود تکرار اور عدم شگفتگی جیسے پہلوؤں کی جانب بھی توجہ دلائی، جو اس مطالعے کو متوازن بناتے ہیں۔

اس تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری محض شخصی مرقع نویسی نہیں بلکہ اردو نثر کا ایک فکری، تہذیبی اور اخلاقی بیانیہ ہے، جس میں عام و خاص، دونوں طرح کے کرداروں کے ذریعے انسانیت، اخلاص، اور تہذیبی شعور کو اجاگر کیا گیا۔ چند ہم عصر صرف ایک ادبی مجموعہ نہیں، بلکہ ہماری علمی و تہذیبی روایت کی آئینہ دار کتاب ہے، جو آج بھی اردو خاکہ نگاری کے لیے ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے۔

ماہ نامہ قومی زبان کراچی کے ان خصوصی شماروں کے ذریعے نہ صرف ممتاز ادبا و نقادوں کو ان کی خاکہ نگاری پر لکھنے کی دعوت دی گئی بلکہ ان کے خیالات کو منظم انداز میں محفوظ بھی کر لیا گیا۔ اس باقاعدہ ادبی و تنقیدی مکالمے نے اردو دنیا میں مولوی عبدالحق کے کام پر تحقیق، تجزیہ اور تنقید کے نئے در وا کیے اور ان کی خدمات کو محض مدح یا تاثرات تک محدود رکھنے کے بجائے ایک فکری تناظر میں پرکھنے کی راہ ہموار کی۔ یوں ماہنامہ قومی زبان ایک ادبی تحریک کا محرک بن گیا، جس نے نہ صرف مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری کو اجاگر کیا بلکہ خود اردو تنقید اور اسالیبِ تحقیق کے ارتقا کا معتبر حوالہ بھی فراہم کیا۔ اس ذخیرے کا مطالعہ درحقیقت اردو ادبی تاریخ کے اس فکری منظرنامے کا مطالعہ ہے، جس میں ہمارے نقاد، محقق، اور ادیب شخصیات اور فنون کو کس زاویۂ نظر سے دیکھتے اور پرکھتے رہے۔

حوالہ جات:

۱۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، مولوی عبدالحق بحیثیت خاکہ نگار، مشمولہ، بابائے اُردو خدمات اور فرمودات، مرتبہ، معین الرّحمٰن، ڈاکٹر، الوقار پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۹۰۔
۲۔ آمنہ، صدیقی، بابائے اُردو کی شخصیت نگاری، مضمون مشمولہ، رسالہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۶۱ء، ص ۱۳۹
۳۔ ایضاً۔ ۴۔ ایضاً، ص ۱۴۰۔ ۵۔ ایضاً، ص ۱۴۱۔ ۶۔ ایضاً۔ ۷۔ ایضاً۔
۸۔ ایضاً، ص ۱۴۶۔ ۹۔ ایضاً، ص ۲۳۲۔

۱۰۔ نقاش، کاظمی، بابائے اُردو کی شخصیت چند ہم عصر کے آئینے میں، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، ستمبر ۱۹۴۹ء، ص ۴۱۔
۱۱۔ ایضاً، ص ۶۲۔ ۱۲۔ ایضاً، ص ۶۳۔ ۱۳۔ ایضاً، ص ۶۵۔
۱۴۔ ابو سلمان، شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر، بابائے اُردو کی مرقع نگاری، مقالہ، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، ستمبر ۱۹۷۲ء، ص ۱۶۔
۱۵۔ ایضاً، ص ۱۷۔ ۱۶۔ ایضاً، ص ۱۸۔
۱۷۔ وقار احمد، رضوی، عبدالحق ایک جائزہ، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، ستمبر ۱۹۷۳ء، ص ۳۶۔
۱۸۔ محمد عارف، سید، چند ہم عصر ایک مطالعہ، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۷۴ء، ص ۴۱۔
۱۹۔ ایضاً۔ ۲۰۔ ایضاً، ص ۴۴۔
۲۱۔ مسعود سراج، مولوی عبدالحق اور خاکہ نگاری، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، ستمبر ۱۹۷۵ء، ص ۲۴۔
۲۲۔ ایضاً، ص ۲۶۔
۲۳۔ عصمت اللہ، خان، مولوی عبدالحق کی خاکہ نگاری، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۴۸۔
۲۴۔ ایضاً، ص ۴۹۔ ۲۵۔ ایضاً۔
۲۶۔ یونس حسنی، ڈاکٹر، خاکہ نگاری کا فن اور چند ہم عصر، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۷۶ء، ص ۱۶۔
۲۷۔ ۔ایضاً، ص ۱۸۔ ۲۸۔ ایضاً، ص ۱۹۔ ۲۹۔ ایضاً۔
۳۰۔ آمنہ، صدیقی، بابائے اُردو کی شخصیت نگاری، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۶۱ء، ص ۱۲۱۔
۳۱۔ صابرہ سعید، مولوی عبدالحق اور انسان دوستی، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۷۷ء، ص ۔
۳۲۔ ناہید رخشاں، صدیقی، مولوی عبدالحق کی مرقع نگاری، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۷۹ء، ص ۴۹۔
۳۳۔ رشیدہ بیگم، بابائے اُردو کیوں، مضمون، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۸۲ء، ص ۴۹۔
۳۴۔ ابو سلمان، شاہ جہاں پوری، ڈاکٹر، بابائے اُردو کی مرقع نگاری، مقالہ، مشمولہ، قومی زبان، کراچی، اگست ۱۹۸۸ء، ص ۲۹۔

ماخذ: رسالہ "قومی زبان"، کراچی

۱۔ شمارہ: ستمبر ۱۹۴۹ء۔ ۲۔ شمارہ: اگست ۱۹۶۱ء۔
۳۔ شمارے: ۱۹۶۱ء تا ۱۹۸۸ء (خصوصی "مولوی عبدالحق نمبر" شمارے، مضامین و خاکے)۔
۴۔ شمارہ: ستمبر ۱۹۷۲ء۔ ۵۔ شمارہ: ستمبر ۱۹۷۳ء۔ ۶۔ شمارہ: اگست ۱۹۷۴ء۔ ۷۔ شمارہ: ستمبر ۱۹۷۵ء۔
۸۔ شمارہ: اگست ۱۹۷۶ء۔
۹۔ شمارہ: اگست ۱۹۷۶ء (متعدد مضامین اسی شمارے میں شامل)۔
۱۰۔ شمارہ: اگست ۱۹۷۷ء۔ ۱۱۔ شمارہ: اگست ۱۹۷۹ء۔ ۱۲۔ شمارہ: اگست ۱۹۸۲ء۔ ۱۳۔ شمارہ: اگست ۱۹۸۸ء۔

Source: Monthly Journal "Qaumī Zaban", Karachi.

1. Issue: September 1949

2. Issue: August 1961
3. Issues: 1961 – 1988 (Special annual issues titled “Maulvi Abdul Haq Number”, containing articles and sketches)
4. Issue: September 1972
5. Issue: September 1973
6. Issue: August 1974
7. Issue: September 1975
8. Issue: August 1976
9. Issue: August 1976 (Multiple articles published in the same issue)
10. Issue: August 1977
11. Issue: August 1979
12. Issue: August 1982
13. Issue: August 1988

☆☆☆☆☆